AL-TABYEEN, *[ISSN (P)* **2664-1178**, *(E)* **2664-1186**	*Jul-Dec-2020, Vol: 4, Issue: 2*

اسلام کا قانون سد ذرائع اور اصلاح معاشرہ اور تہذیب اخلاق میں اس کا اثر نفوذ

ڈاکٹر اصغر علی*

ڈاکٹر عبد الرحمن خان**

ABSTRACT

Forming Islamic Society, a dutiful, lawful and culturly civilized society; religion of Islam presents many rules and laws. One those beautiful laws are Saddu Zara'i (prevention law from means, leading to prevented things in Islam). It helps stop unlawful activities by using legal means. If a cultural change drives Muslim away from the objectives of Islam, it will alter that person to Islamic law. In betterment of society and morality and ethics of people, Saddu Zara'i has great influence. If this law of Sharia leads to something good without damaging the objectives of Sharia, it will be accepted. This article discusses concept, meaning and the study of Saddu Zara'i and its importance and influence in reforming social and ethical values of society. It is illustrated by example of various scholars of Islam. It also discusses the different opinions of Islamic Jurisprudential scholars on Saddu Zara'i. The authors of this paper, then, deliberate its use for its applications to solve the new problems being faced by the Muslims across the world related to ethics and reformation of society.

* اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، میرپور یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (MUST)، میرپور

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پونچھ، راولاکوٹ، آزاد کشمیر

Keywords: سد ذرائع، مباح، استخراج، مشتبہات، استحسان خفی

دین اسلام اس دنیا کے آغاز سے لے کر قیامت تک پوری انسانیت کے جملہ مسائل کے حل کیلئے اپنی آفاقی تعلیمات کی روشنی میں احوال وظروف کو مد نظر رکھتے ہوئے تسلی بخش جوابات پیش کرتا رہے گا۔ اس حوالے سے علم اصول فقہ جو قرآن وسنت سے مستنبط قواعد کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ اس علم میں قواعد کا ایک ایسا منضبط نظام ترتیب دیا گیا ہے جن کی روشنی میں جہاں انسانی فطرت کی رعایت کو مد نظر رکھا جاتا ہے وہیں قرآن وسنت کی روح سے سر مو انحراف گوارا نہیں کیا جاتا اس تناظر میں اصول شریعت کی ایک اہم اصل "سد ذرائع" ہے، سد ذرائع سے مقصود یہ ہے کہ جائز امور کو منع کرنا جبکہ وہ ناجائز کی طرف لے جانے والے ہوں، انسان جب کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے اس کے مناسب اسباب ووسائل اختیار کرتا ہے اور مقصد تک پہنچنا اسباب ہی کے ذریعے سے ممکن ہوتا ہے تشریعی نقطہ نظر سے جو حیثیت مقصد کی ہوگی وہی اس تک لے جانے والے ذرائع کی ہوگی۔ یعنی جو مقصد حرام وگناہ ہے اس کے اسباب اسی درجہ میں مکروہ اور ممنوع ہوں گے جس درجہ میں وہ اس مقصد تک پہنچانے کے لیے مدد ومعاون ہوں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس تک پہنچانے والے جتنے طریقے اور وسائل ہوتے ہیں ان کو بھی وہ ممنوع کر دیتا ہے تاکہ اس شے حرام کی تحریم مضبوط اور مستحکم ہو جائے کیونکہ اگر اس کے وسائل وذرائع کو مباح کر دیا جاتا تو اس سے تحریم کا مقصد ہی باطل ہو جاتا۔

مذکورہ بالا موضوع موجودہ تمدن کے پیدا کردہ مسائل کے انسداد کے حوالے سے مہتم بالشان ہے اور نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ شریعت میں اس عام اصل کی روشنی میں ان ذرائع اور اسباب کا سد باب کر دیا جاتا ہے جو فی نفسہ تو جائز ہوں، لیکن ان کے نتیجے میں کوئی برائی پیدا ہو رہی ہو، اس کے نتیجے میں وہ چیز ناجائز قرار پاتی ہے۔ قرآن وحدیث میں اس حوالے سے بکثرت دلائل ملتے ہیں۔

یہاں ہم اس حوالے سے چند شرعی دلائل ذکر کرنے کے بعد اس بات کی وضاحت کی کوشش کریں گے کہ کس طرح شریعت کا یہ قانون انسانی معاشرے کو برائی اور شر وفساد سے نہ صرف بچاتا ہے بلکہ اس میں پہلے سے موجود خرابیوں اور برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے، نیز تہذیب جدید کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریاں جن کا شکار ہماری نوجوان نسل بہت تیزی سے ہو رہی ہے، یہ قانون ان بیماریوں کی روک تھام میں کس طرح مدد

ومعاون ثابت ہوسکتا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم قانون سد ذرائع کے شرعی ثبوت اور دلائل کی طرف بڑھیں سد ذرائع کے لغوی واصطلاحی معانی پر روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتی ہے۔

لغوی معنی

سد ذرائع یہ ترکیب اضافی ہے، جو کہ لفظ سد اور ذرائع سے مل کر بنی ہے، دونوں اصلاً عربی الفاظ ہیں، سد عربی زبان میں کئی معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، پہاڑ، نہر کا کنارہ، دو چیزوں کے درمیان حائل کوئی چیز، رکاوٹ وغیرہ، یہاں مقصود آخری معنی ہے یعنی رکاوٹ، دوسرا لفظ ذرائع ہے جو کہ جمع ہے ذريعة کی، ذریعہ اس سبب کو کہتے ہیں جس کے وسیلہ سے اصل مقصود تک رسائی حاصل ہو۔ مگر عموماً ذریعہ یا ذرائع کا لفظ ایسے ذرائع کے لیے استعمال ہوتا ہے جو مفضی الی المفاسد ہوں۔[1]

اصطلاحی معنی

امام شاطبی نے اس کے تعریف یوں کی ہے:

" تذرع بفعل جائز الی عمل غیر جائز "[2]

جائز فعل کو ناجائز فعل کے لئے وسیلہ بنانا ذریعہ کہلاتا ہے۔

ابن العربیؒ لکھتے ہیں: "وھی المباحات التی یتوصل بھا الی المحرمات"[3]

ذرائع سے مراد وہ مباحات ہیں جن کے ذریعے محرمات کی طرف رسائی ہوتی ہے۔

امام شوکانیؒ ارشاد الفحول میں لکھتے ہیں:

"الذریعة ھی المسألة التی ظاھرھا الاباحة ویتوصل بھا الی فعل المحظور"[4]

"ذریعہ ایسا مسئلہ ہوتا ہے جس کا ظاہر مباح ہو، لیکن اس کے ذریعے کسی ناجائز فعل تک پہنچا

---

[1] - عبد الکریم زیدان، الوجیز فی اصول الفقه، مؤسسة الرسالة ،بیروت ،١٣٩٨ھ ،ص:245

[2] - ابراہیم بن موسى الغرناطی المالکی (م790ھ)، الموافقات فی اصول الشریعة، دار المعرفة ،بیروت،198:4

[3] -ابن حزم، الظاہری، علی بن احمد بن سعید (م45ھ)، الجامع لاحکام القرآن،دارالحدیث،قاہرہ،1406ھ، 748:2

[4] - الشوکانی، محمد بن علی بن محمد (م١٢٥٠ھ) ،ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول،دارالکتب العلمیة ،بیروت ،1994ء، 411:1

جائے۔"

ابن بدرانؒ سد ذرائع کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

هو ما ظاهر ه مباح يتوسل به الى محرم"[1]

جس کا ظاہر مباح ہو جس کے ذریعے حرام چیز تک رسائی حاصل کی جائے۔

تمام تعریفات پر غور کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ سد ذرائع سے مراد ہر ایسے کام سے روکنا ہے جو نفس الامر میں تو مباح ہو لیکن خارجی اسباب ووجوہ کی بناء پر مفضی الی المفاسد ہو۔ ایسے فعل کے مآل و نتیجہ کے اعتبار سے اس فعل پر ناجائز ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔

فقہائے کرام نے قرآن وحدیث کی کئی ایک نصوص کے پیش نظر یہ اصول اختیار کیا ہے کہ ہر وہ جائز کام جو کسی ناجائز کام تک رسائی یا انجام کار اس میں مبتلاء ہونے کا ذریعہ بنے تو وہ جائز کام بذات خود ناجائز قرار پاتا ہے۔ یہ ایسا مفید اور کارآمد اصول ہے کہ اس کو بروئے کار لا کر معاشرہ میں پائی جانے والی لاتعداد برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ہم ان نصوص کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں جن کی بناء پر فقہائے کرام نے یہ اصول اختیار کیا ہے اور یہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ فقہائے کرام کس دقیق نظری اور باریک بینی سے نصوص کا مطالعہ کر کے ان سے اصول و قواعد کا استخراج واستنباط کرتے ہیں۔

واقعہ اصحاب سبت سے استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِيْ السَّبْتِ فَقُلْنَالَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ﴾[2]

"اور تحقیق تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن زیادتی کی سو ہم نے ان سے کہا تم ذلیل بندر ہو جاؤ۔"

1۔ ابن بدران ،عبدالقادر الدمشقی (م1344ھ)،المدخل الی مذاہب الامام احمد بن حنبل،مؤسسة الرسالة ،بیروت 1401ھ، 296:1

2- البقرہ2: 65

ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں اس آیت سے سد ذرائع پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حفروا الحفائر یوم الجمعة فوقع فیها السمک یوم السبت فأخذوہ یوم الاحد ویلزم من لم یسدالذرائع ان لایحرم مثل هذا" [1]

"یہ لوگ جمعہ کے دن گڑھے کھودتے تھے اور ہفتہ کے دن ان میں سے مچھلیاں پکڑ لیتے تھے جو لوگ سد ذرائع کو نہیں مانتے ان کے نزدیک اس طرح کا حیلہ حرام نہیں ہونا چاہیے۔"

حالانکہ قرآن کریم نے اس طرح کی صورتوں کو ناجائز کیا ہے۔ اس لئے اس طرح کے حیلے جن سے احکام شریعہ کے ساتھ استہزاء لازم آتا ہو سد ذرائع کے طور پر حرام قرار دیے جائیں گے۔ اگرچہ فی نفسہ وہ جائز ہی کیوں نہ ہوں۔

حدوداللہ کے قریب جانے کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّهِ فَلاَ تَقْرَبُوهَا﴾ [2]

"یہ اللہ کی حدود ہیں سو تم ان کے قریب مت جاؤ۔"

اگر چہ حدوداللہ کے قریب جانا فی نفسہ جائز ہے ۔ گناہگار صرف وہی ہو گا جو ان کو پامال کرے گا، لیکن جو آدمی حدود کے قریب ہو گا ممکن ہے کہ وہ کسی وقت نفس و شیطان کے وساوس سے مغلوب ہو کر ان حدود میں سے کسی حد کو پامال کرے۔ لہذا سد ذرائع کے طور پر ان حدود کے قریب پھٹکنے سے بھی منع کر دیا گیا۔

مشرکین کے معبودوں کو گالی دینے کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [3]

---

[1] - ابن القیم الجوزیة ،محمد بن ابی بکر(م751ھ) ،اعلام الموقعین،دارالجیل بیروت،۱۹۷۳ء، 158:3

[2] - البقرة 187:2

[3] - الانعام 6: 108

"اورتم ان کو برانہ کہو جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں (اگر تم نے انکو برا کہا)تو وہ (جواباً)اللہ تعالیٰ کو جہالت کے باعث برا کہیں گے۔

امام طبری ؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس ؓ سے نقل کیا ہے ۔ مشرکین مکہ نے نبیؐ سے کہا آپؐ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں ورنہ ہم آپؐ کے خدا کو سب شتم کا نشانہ بنائیں گے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمادیا۔[1] امام قرطبی ؒ فرماتے ہیں: وھذا دلیل علی وجوب الحکم بسد الذرائع۔[2] اور یہ سد ذرائع کے ذریعے کسی حکم کے ضروری قرار دینے پر دلیل ہے۔

ظاہری اور باطنی برائیوں سے بچنے کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَذَرُوا۟ ظَاهِرَ ٱلْإِثْمِ وَبَاطِنَهُۥٓ﴾[3]

"اور تم گناہ کا ظاہر وباطن (دونوں) چھوڑ دو۔"

اس آیت کریمہ میں ظاہری گناہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔اور باطنی گناہوں سے مراد مشتبہات ہیں۔کیونکہ یہ مشتبہات انسان کو آہستہ آہستہ واضح اور صریح گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں اس لیے سد ذرائع کے طور پر شبہ والی چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ابن العربیؒ فرماتے ہیں:

وباطنه الشبهات ومنها الذرائع وهى المباحات التى يتوصل بها الى المحرمات"[4]

اور باطنی گناہوں سے مراد مشتبہ چیزیں ہیں اور ان مشتبہ چیزوں میں ذرائع بھی داخل ہیں ۔ذرائع سے مراد وہ چیزیں ہیں جو بتدریج محرمات تک لے جاتی ہیں۔

1- الطبری، یزید بن کثیر بن غالب الاملی، ابو جعفر، جامع البیان فی تاویل القرآن (تفسیر طبری)، مؤسسة الرسالة، الطبعة الاولی ، 1420ھ، 309:7

2- ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکربن فرح الانصاری شمس الدین القرطبی (المتوفی 671ھ)،الجامع لاحکام القرآن(تفسیر قرطبی)،دار الکتب المصریة ، القاھرة ۔الطبعة الثانیة 1384ھ، 61:3

3- الانعام 6: 120

4- الجامع لاحکام القرآن، 748:2

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح ظاہری گناہوں سے بچنے کا حکم ہے اسی طرح سد ذرائع کے طور پر مشتبہ چیزوں سے بچنے کا حکم ہے۔

مشتبہ الفاظ کی ممانعت

قرآن مجید میں سد ذرائع کے طور پر مشتبہ الفاظ کی ممانعت بھی آئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[1]

"اے ایمان والو راعنا مت کہو، بلکہ انظرنا (ہماری رعایت کیجیے) کہو اور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اہل یہود سے مشابہت کی وجہ سے لفظ 'راعنا' استعمال کرنے سے منع کیا۔ اس لیے کہ اہل یہود یہ لفظ برخلاف مسلمانوں کے اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس سے واضح ہوا کہ ایسا مشتبہ لفظ بھی استعمال نہیں کرنا چاہیے جس سے کوئی شخص اسی لفظ کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرے۔

غض بصر کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾[2]

"آپ مومن مردوں سے فرما دیجئے تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو یہ عمل ان کیلئے بہت پاکیزہ ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اسباب زنا میں سے ایک سبب یعنی نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ

---

[1] ۔ البقرہ 104:2

[2] ۔ النور 24: 31

نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے اور زنا کے دواعی میں سے پہلا داعیہ ہے۔

ابن قیمؒ اس آیت مبارکہ سے سد ذرائع پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

سدا لذریعة الارادة والشهوة المفضية الى المحظور [1]

"ناجائز یعنی زنا کی طرف لے جانے والے ارادے اور شہوت کے سد ذرائع کے طور پر (نظر نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے)۔"

فواحش وبدکاری کی اشاعت کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ [2]

"بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان والوں میں بدکاری کا چرچا چاھتے ہیں ۔ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں درد ناک عذاب ہے۔"

جہاں فواحش اور برائیوں کے ارتکاب کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے وہیں انکی تشہیر کی بھی ممانعت کی گئی ہے ۔ کیونکہ اس طرح کی خبروں کے عام ہونے کی وجہ سے معاشرے کے افراد میں انتشار اور فکری گمراہی کو تقویت ملتی ہے۔ حد الزنا کے ثبوت کیلئے اسلام میں چار گواہوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے اگر ایک گواہ بھی کم ہو گا تو باقیوں پر قذف کی حد لگائی جائے گی۔ اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کو چھپ کر برائی کرتے ہوئے دیکھے تو حد المقدور اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرے نا کہ معاشرے میں اس کی تشہیر کرتا پھرے۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں: لانه ذريعة الى تحريك النفوس [3]

یہ ان کثیر آیات میں سے چند آیات ہیں جن سے فقہاء کرام قانون سد ذرائع کا اثبات، استنباط واستخراج کرتے

1- اعلام الموقعین، 151:3

2- النور24: 19

3- اعلام الموقعین ، 165:3

ہیں، آیات مبارکہ کی طرح احادیث نبویہ میں بھی سد ذرائع کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس بناء پر بہت سے احکام دیے گئے ہیں، تمام احادیث مبارکہ کا تذکرہ تو باعث طوالت ہو گا ہم چند احادیث بطور نمونہ ذکر کرتے ہیں۔

سورج پرستوں کی مشابہت سے بچنے کے لئے تین اوقات میں نماز نہ پڑھنے کا حکم:

حضرت عتبہؓ بن عامرؓ سے مروی ہے:

ثلث ساعات كان رسول اللهﷺ ينهانا ان نصلى فيهن او نقبرفيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب۔[1]

"تین اوقات ایسے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھنے اور اپنے مردے دفن کرنے سے منع فرمایا، سورج طلوع ہونے کے وقت سے بلند ہونے تک اور نصف النہار سے سورج ڈھلنے تک اور سورج کے غروب کے لیے مائل ہونے سے غروب ہونے تک۔"

ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع اس لیے فرمایا گیا کیونکہ سورج کے طلوع و غروب کے وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں اور دوپہر کے وقت نماز پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا گیا کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے اور سورج کے طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنے یا سجدہ کرنے سے چونکہ سورج کے پجاریوں سے مشابہت لازم آتی ہے اور اس بات کا قوی شبہ ہے کہ شرک سے اسلام کے دامن میں آنے والے نو مسلم ان اوقات میں شعوری یا غیر شعوری طور پر سجدہ کر کے اپنی سابقہ عبادت کے ساتھ مشابہت نہ سمجھے لہذا سد ذرائع کے طور پر ان تینوں اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمادیا گیا۔

مسند ابی عوانہ کی روایت میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ سورج کے طلوع و غروب کے وقت نماز اور سجدہ کی ممانعت کی علت کفار کا ان اوقات میں سورج کو سجدہ کرنا ہے۔

مذاہب اربعہ فقہیہ اور سد ذرائع

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہوئے تمام فقہائے کرام نے سد ذرائع کا اصول اختیار کیا ہے اور کثیر تعداد میں احکام فقہیہ کی بنیاد اس اصول پر رکھی ہے، بعض نے تو اسے بطور اصل اپنی کتب اصول میں ذکر

---

[1]- صحيح مسلم ،باب الاوقات التى نهي عن الصلاة فيها، (831) 568:1

کیا ہے جیسے مالکیہ اور حنابلہ اور بعض نے اسے بطور اصل اور قاعدہ تو ذکر نہیں کیا، لیکن ان کی ذکر کردہ فروع میں اس قاعدہ کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے جیسا کہ حنفیہ اور شافعیہ کے ہاں ایسا ہی ہے۔

مالکیہ اور سد ذرائع: امام قرافیؒ کا قول ہے:

وربما عبر عن الوسائل بالذرائع وہوا صطلاح اصحابنا وہذا اللفظ المشہور فی مذہبنا و ذلک یقولون سد الذرائع۔ (1)

اور بعض اوقات وسائل کو ذرائع سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ ہمارے اصحاب (مالکیہ) کی اصطلاح ہے اور ہمارے مذہب میں یہ لفظ مشہور ہے اور اسی کو سد الذرائع کہتے ہیں۔

مالکیہ نے "سد ذرائع" کے قاعدہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے شاید اسی وجہ سے بہت سے علماء نے سد ذرائع کو مالکی مذہب کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

مناع القطان اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

حتی اعتبر بعض العلماء العمل بها من خصوصیات مذہبه۔ (2)

یہاں تک کہ بعض علماء نے سد ذرائع پر عمل کرنے کو ان (امام مالک) کے مذہب کی خصوصیات میں شمار کر لیا۔

جسٹس منیر احمد اپنے مضمون سد ذرائع میں لکھتے ہیں:

"مالکی فقہاء سد ذرائع کا اصول ماننے میں تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا دوسرے فقہاء سے زیادہ اس پر عمل ہے۔" (3)

حنابلہ اور سد ذرائع

مالکی فقہاء کی طرح حنبلی فقہاء بھی سد ذرائع کو اصول تشریع اسلامی میں سے ایک اصول مانتے ہیں۔ فقہاء کے اس گروہ کی نگاہ ان افعال کے مقاصد، غرض و غایت اور نتائج پر ہے اس لیے وہ ان کی ممانعت کے قائل ہیں

1- الکرابیسی ، اسعد بن محمد (570ھ)الفروق،وزارۃ الاوقاف ،کویت ،1402ھ،32:1

2- خلاف ، عبدالواہاب،تاریخ التشریع والفقه، 394،دارالفکر ،بیروت

3- علم اصول فقه ایک تعارف، مضمون بعنوان سد ذرائع،562:1

انہوں نے ان کے فی نفسہ مباح اور جائز ہونے کے پہلو کا اعتبار نہیں کیا۔ ان کے نزدیک اس اصول سد ذرائع کی اپنی ذاتی حیثیت ہے اور اس پر بہت سے احکام مبنی ہیں کوئی فعل کسی خرابی ومفسدہ کی طرف لے جاتا ہے اور اس کا غالب گمان ہے تو اس فعل کی ممانعت ہونی چاہیے کیونکہ شریعت مفاسد کو روکنے کے لیے اور خرابی کی طرف جانے والے وسائل ذرائع اور راستوں کو بند کرنے کے لیے آئی ہے۔

ڈاکٹر عبد الکریم زیدان فرماتے ہیں:

وقد اخذبه الائمة المجتهدون وكان اكثرہم اخذاً بهذا المصدر الامام مالک والامام احمد بن حنبل۔[1]

اور تحقیق اس ماخذ سے مجتہدین ائمہ کرام نے مسائل اخذ کیے ہیں اور اس مصد ر سے کثرت سے مسائل اخذ کرنے والے امام مالک اور امام احمد بن حنبل ؒ ہیں۔

حنابلہ نے سد ذرائع کو صرف اصول کا درجہ نہیں دیا۔ بلکہ بکثرت اس سے استدلال واستشہاد کیا ہے۔ چنانچہ ابوزہرہ رقمطراز ہیں: ”وقد أكثرمنه الامامان مالک وأحمد“[2]

سد ذرائع علمائے احناف کی نظر میں

متقدمین احناف نے اصول فقہ کے موضوع پر جو کتابیں لکھی ہیں ان میں قاعدہ سد ذرائع کا ذکر نہیں کیا تاہم اس قاعدہ کے تحت ان کی کتب میں استنباط مسائل کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

امام ابوزہرہؒ فرماتے ہیں:

وكان دونهما فى الاخذبه الشافعى وابو حنيفة ولكنهما لم يرفضاه جملة ولم يعتبراه اصلا قائما بذاته بل كان داخلاً فى الاصول المقررة عندهما كالقياس والا ستحسان الخفى۔[3]

”سد ذرائع سے استدلال کرنے میں امام شافعی ؒ اور امام ابو حنیفہ ؒ ان دونوں ائمہ (امام مالک ؒ اور امام احمدؒ) سے کم ہیں مگر دونوں نے اس اصول کو بالکل ترک نہیں کیا

1- المدخل، ص: 204

2- ابو زہرہ ، محمد، اصول الفقه، دارالفكر العربى ،قاہرہ ، ص: 232

3- أصول الفقه، ص: 233

اور انہوں نے باقاعدہ اصل کے طور پر اس کا اعتبار نہیں کیا مگر ان کے مقرر کردہ اصول جیسے قیاس اور استحسان خفی میں یہ داخل ہے۔"

امام ابو زہرہؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف اگرچہ اصولی طور پر سد ذرائع کے قائل نہیں تاہم دوسرے فقہی اصول و قواعد میں سد ذرائع کے قاعدہ کا بہت حد تک احناف نے خیال رکھا ہے۔ مثلاً حدیث پاک میں اس چیز سے منع فرمایا گیا ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی بیع کے اوپر بیع کی جائے یا اسکے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح بھیجا اس اصل پر قیاس کرتے ہوئے احناف نے کسی شخص کی اجرت پر دی ہوئی چیز کو خود اجرت پر لینے کو ناجائز کہا ہے۔

سد ذرائع علمائے شوافع کی نظر میں

شوافع بھی اصولی طور پر سد ذرائع کے قائل نہیں۔ امام ابو زہرہؒ فرماتے ہیں۔

واما کتب المذاہب الاخری فانھا لم تذکرھا بعنوان ولکن ما یشمل علیه ہذا الباب مقرر فی الفقه الحنفی والشافعی۔ [1]

"اور دیگر مذاہب کی کتب میں سد ذرائع کے عنوان کے تحت تذکرہ نہیں ہے مگر یہ بات جس مفہوم پر مشتمل ہے وہ فقہ حنفی اور شافعی میں ثابت ہے۔"

شوافع کے ہاں فروعات میں اس قاعدہ کا استعال ملتا ہے، امام غزالی نبیذ کے متعلق لکھتے ہیں کہ قلیل نبیذ اگرچہ وہ مسکر نہ ہو جائز نہیں وہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذلک منه یدعو الی کثیرہ۔ [2]

"یہ (نبیذ کم مقدار) کثیر کی طرف دعوت دیتی ہے۔"

یہ قیاس سد ذرائع کے اصول کے عین مطابق ہے اور اس کے بعد امام غزالیؒ نے جو مثال دی ہے وہ بھی سد ذرائع کی ہے، وہ یہ ہے:

اذا الخلوۃ لما کانت داعیة الٰی الزنا حرمھا الشریعة کتحریم الزنا۔ [3]

1- اصول الفقه، ص: 228

2- ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (المتوفی ۵۰۵ھ)، المستصفی، دارالکتب العلمیة الطبعة الاولی 1413ھ، 2:298

3- شرح النووي علي صحيح مسلم، 2:88

خلوت جبکہ وہ زنا کی طرف لے جانے والی ہو شریعت نے اس کو زنا کی طرح حرام قرار دیا۔

امام غزالیؒ نے قلیل نبیذ کو قلیل خمر پر قیاس کرتے ہوئے حرام قرار دینے کی مناسبت سے خلوت والی مثال کا ذکر کیا ہے۔ شوافع نے یہ مثال قیاس کے باب میں ذکر کی ہے۔ اگر سد ذرائع کے اصول پر غور کیا جائے تو بھی یہ حکم ثابت ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ شوافع نے اس حرمت کا حکم بیان کرتے ہوئے سد ذرائع کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔

قانونِ سد ذرائع اور تہذیبِ اخلاق واصلاحِ معاشرہ

سد ذرائع کا اصول کس طرح سے انسانی اخلاقیات پر اثر انداز ہوتا ہے اور اصلاحِ معاشرہ اور معاشرہ سے برائی اور نقص کے خاتمہ میں اس کا کیا کردار ہو سکتا ہے، اور خاص طور پر موجودہ زمانہ میں جو معاشرتی برائیاں پائی جاتی ہیں، اس اصول کو بروئے کار لاتے ہوئے کیسے انہیں ختم یا ان کے نقصان کو کم کیا جا سکتا ہے۔ اس کو ہم دو حصوں میں بیان کریں گے، پہلے حصے میں سد ذرائع اور تہذیب اخلاق اور دوسرے حصے میں سد ذرائع اور اصلاح معاشرہ پر بات کی جائے گی۔

قانون سد ذرائع اور تہذیب اخلاق

اخلاق خلق کی جمع ہے، لغوی طور پر اس کا معنی ہے طبیعت، حکماء اور صوفیاء کے ہاں یہ لفظ ایک اصطلاح کی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ اما غزالی خلق کی تعریف یوں کی ہے:

> "خلق نفس کی اس ہیبت راسخہ کو کہتے ہیں جس سے کہ افعال بہ آسانی بلا فکر و تامل صادر ہوں اگر یہ ہیئت ایسی ہے کہ اس سے ایسے افعال صادر ہوں جو عقلاً و شرعاً عمدہ ہیں تو اس ہیئت کا نام خلق خوب ہے اور اگر اس سے برے افعال صادر ہوں تو اس ہیئت کا نام خلق بد ہے"۔ (1)

مزید فرماتے ہیں کہ "خلق نیک و بد عمل پر قدرت اور نیک و بد عمل کی تجویز کا نام نہیں ہے بلکہ اِس ہیت و صورت کا نام ہے جس سے نفس میں ضبط و اقدام کی استعداد پیدا ہو جائے اس لیے خلق نفس کی ایک باطنی صورت

---

[1]- ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (المتوفی 505ھ)،إحياء علوم الدين،دار المعرفة -بيروت، س ن، 59:3

وہیئت کا نام ہے"[1]

اس سے معلوم ہوا کہ خلق کا لفظ یوں تو اچھی اور بری دونوں طرح کی عادات کو شامل ہے، لیکن جب اس کو مطلقاً استعمال کیا جاتا ہے۔ تو اس مثبت معانی ہی مراد ہوتے ہیں جیسا کہ امام غزالیؒ نے اپنی مؤخر الذکر تعریف میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

اخلاقیات کسی بھی معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، اخلاقیات ہی کے ذریعے کسی معاشرہ میں کارآمد افراد تیار ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے ایک اچھے اور مثالی معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے، اخلاقیات کے بغیر کسی صورت میں بھی ایک مثالی معاشرہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔اور ایک اسلامی معاشرہ اسلامی اخلاقیات واقدار کو اپنا کر ہی ایک کامیاب مثالی معاشرہ بن سکتا ہے، اسی وجہ قرآن کریم اور احادیث طیبات میں اخلاقیات پر بہت زور دیا گیا ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ان من احبکم الي احسنکم أخلاقاً۔[2]

"بے شک تم میں سے مجھے سب سے محبوب وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق.[3]

"مجھے اخلاقِ عالیہ کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

فقہائے کرام جنہوں نے اپنی کتابوں میں پوری دیانتداری کے ساتھ قرآن حدیث کی تعلیمات کا نچوڑ پیش کیا ہے، انہوں نے بھی اخلاقیات پر بہت کچھ ذخیرہ چھوڑا ہے اور اپنی تعلیمات میں جگہ جگہ انسانی اخلاقیات کو زیر بحث لائے ہیں، اس لیے وہ لوگ نہایت ہی سنگین غلطی کرتے ہیں جو فقہ اسلامی کو قانون اسلامی سے تعبیر کرتے ہیں جس سے بادیٔ النظر میں یوں لگتا ہے کہ فقہ اسلامی بھی شاید خشک قوانین کے ایک مجموعے کا نام ہے۔

1- ایضاً

2- صحیح البخاري، باب صفة النبی ﷺ، رقم الحدیث: 3366

3- سنن البیهقي الکبری، باب مکارم الأخلاق ومعالیها، 191:1

فقہ اسلامی اخلاقیات کی تعلیم سے بھری پڑی ہے،اسی کی ایک ادنی سی مثال سد ذرائع کا زیر بحث قانون ہے جس کا انسانی اخلاقیات سے بہت گہرا تعلق ہے۔وہ اس طرح سے کہ انسانی اخلاقیات انسان کے اچھے یا برے اعمال سے بہت اثر قبول کرتی ہیں اچھے اعمال کا انسان کے اخلاق پر اچھا اثر ہوتا ہے اور برے اخلاق کا برا، قانون سد ذرائع کے ذریعے برے اعمال تک جانے والے تمام راستوں کو مسدود کر دیا جاتا ہے،یوں افراد(جن کے مجموعے کا نام معاشرہ) محظورات و ممنوعات سے اور ان کے زہریلے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

سد ذرائع کے اندر انسانی اعمال پر اس اعتبار سے بحث ہوتی ہے کہ انسان کے ہر ارادی فعل کا کوئی خاص مآل، نتیجہ، سبب اور کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ اور احکام شرعیہ میں سے بعض احکام کو بطور اصل اور بعض کو بطور سبب مقرر کرنے کا اگر ہم گہرائی سے جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ شریعت نے جہاں جملہ اعمال کے اسباب کا اعتبار کیا ہے وہیں ان کے نتیجہ و مقاصد کا بھی اعتبار کیا ہے۔ شریعت اسلامی کے جملہ احکامات کو بنیادی طور پر دو مقاصد کے تحت وضع کیا گیا ہے۔

i- جلب منافع

ii- رفع مفاسد

اور یہ دونوں مقاصد تمام احکامات کے مقصود اصلی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

امام شافعیؒ مقاصد کی تفصیل اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

النظر فی مآلات الافعال معتبر مقصود شرعاً کانت الافعال موافقة او مخالفة.[1]

اعمال کے نتائج کو پیش نظر رکھنا شرعاً مقصود اور معتبر ہے خواہ افعال موافق (اچھے) ہوں یا مخالف (برے) ہوں ۔ کوئی بھی فقیہ جب کسی عمل کے بارے میں کوئی شرعی حکم معلوم کرنا چاہتا تو اس کے مصادر و مراجع کے تتبع کے ساتھ ساتھ اسکے نتائج و عواقب کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سد ذرائع کا دائرہ فقہ کے دوسرے قوانین و قواعد کی نسبت کچھ زیادہ وسیع ہے کیونکہ سد ذرائع صرف ظاہری اعمال سے بحث نہیں کرتا بلکہ اس کے دائرہ اختیار میں وہ پوشیدہ اعمال بھی آجاتے ہیں جو

[1] - الموافقات، 161:1

فی الحال تو منصہ شہود پر نہیں آئے ہوتے، لیکن ایک فقیہ کی نظر یہ جان لیتی ہے کہ مستقبل میں یہ اعمال بعض دوسرے اعمال کے نتیجہ کے طور پر یقینی طور سے سامنے آئیں گے تو وہ سد ذرائع کے قاعدہ کے تحت ان اعمال پر بھی پابندی لگادیتا ہے جو فی نفسہ مباح اور حلال ہوتے ہیں۔

مذکورہ بحث سے واضح ہوتا ہے کہ سد ذرائع کا دائرہ قانون سے بڑھ کر اخلاقیات تک وسیع ہے، اس کے ذریعہ سے ان چیزوں پر بھی قدغن لگادی جاتی ہے جو قانون کے دائرہ میں نہیں آتیں، اور جن کی تعمیل یا عدم تعمیل پر قانون کو گرفت کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

قانون سد ذرائع اور اصلاح معاشرہ

قانون سد ذرائع کو اگر صحیح طور پر عمل لایا جائے تو معاشرہ میں موجود ہمہ قسم کی خرابیوں اور برائیوں کا خاتمہ یا کم از کم ان میں کمی نہایت احسن طریقہ پر کی جاسکتی ہے، آج کا معاشرہ ہمہ قسم کے مسائل کا شکار ہے اور اسلام ایک جامع دین ہے جو تمام شعبہ ہائے زندگی میں ہماری کامل رہنمائی کرتا ہے، اور ہمیں ایسے قوانین مہیا کرتا ہے جن سے ہم اپنے ہر طرح کے مسائل کا حل نکال سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم قانون سد ذرائع کی تین مختلف جہتوں سے عملی تطبیق کے چند نمونے پیش کرکے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح سے ہم اس کے ذریعے انفرادی اور اجتماعی سطح پر اصلاح معاشرہ کا اہم فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔

سب سے پہلے ہم ان خرابیوں کا ذکر کریں گے جن کا تعلق براہ راست عقائد وعبادات سے ہے۔

ملحدانہ اور گمراہ کن ادب پر پابندی

عصر حاضر میں پرنٹ میڈیا کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں، لیکن تصویر کے دوسرے رخ کو دیکھا جائے تو اسلام کے پردے میں بہت سے لوگ اپنے ملحدانہ اور متجددانہ خیالات کا زہر نسل نو کے ذہن میں انڈیل رہے ہیں۔ اور روز وشب انکی اشاعت وترویج میں مصروف ہیں۔ بھولے بھالے عوام جنہیں اچھے برے، صحیح اور غلط کی کوئی تمیز نہیں وہ چاندی کے ورق میں لپٹے اس زہر کو کھا کھا کر روحانی موت مر رہے ہیں۔

اخبارات ورسائل، کتب وجرائد کی اشاعت سے پہلے ان کو ایک ایسے بورڈ کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے جو اس میں سے خلاف شریعت افکار وخیالات کے حامل مضامین پر پابندی لگائے اور ایسی تمام چیزوں میں ترمیم کردے جو ترمیم کے لائق ہوں اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو سختی کے ساتھ انکی اشاعت پر پابندی لگادی جائے تاکہ یہ چیزیں سادہ

لوح عوام کی گمراہی کا ذریعہ نہ بنیں۔ شریعت کے قانون سد ذرائع کو یہاں عمل میں لا جاسکتا ہے۔

مخلوط نظام تعلیم

ایسے مسائل میں سب سے اہم مسئلہ مخلوط نظام تعلیم اور اس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا ہے، اسلام وہ مذہب ہے جس نے نہ صرف اپنے متبعین بلکہ تمام انسانیت کو علم کی راہ پر گامزن کیا، علم کی راہ میں حائل ہمہ قسم کی مشکلات ورکاوٹوں کو دور کر کے مرد وزن ہر دو کو علم کی دولت سے مالا مال ہونے کا موقع فراہم کیا، اسی تعلیم کے نتیجہ میں مسلمانوں نے دنیا میں ترقی اور عروج حاصل کیا اور ہر میدان میں مسلمانوں نے دنیا کی قیادت کی۔ آج بھی مسلمان ذہن کا مقابلہ غیر مسلم اقوام نہیں کر سکتیں۔

جدید مغربی تہذیب کے مظاہر میں ایک بڑا مظہر مخلوط نظام تعلیم ہے، مغرب نے تعلیم کے نام پر مرد وزن کا ایک ایسا مخلوط نظام ومعاشرہ تشکیل دے دیا ہے جس کی ایک اسلامی معاشرے میں قطعا کوئی گنجائش نہیں، اسلام تعلیم کا پرزور حامی ہونے کے باوجود مرد وزن کے اختلاط کی اجازت نہیں دیتا، اس اختلاط سے پیدا ہونے والی خرابیاں کسی بیان کی محتاج نہیں ہیں، مغرب نے جس فکر کے تحت یہ نظام تشکیل دیا ہے وہ بنیادی فکر ہی اسلام سے متصادم ہے، اور وہ یہ ہے کہ عورت ومرد ہر لحاظ سے برابر ہیں، دونوں کے حقوق ایک جیسے ہیں اور صلاحیتوں میں بھی دونوں برابر ہیں، یہ ایک مستقل بحث ہے جس کا یہ موقع نہیں، یہاں محض اس نظام سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے، اس نظام میں شامل اور اس سے منسلک لوگ اور اسے قریب سے دیکھنے والے اس کی خرابیوں سے بخوبی واقف ہیں۔

تمام تعلیمی اداروں میں قانون سد ذرائع کے تحت مخلوط نظام تعلیم پر مکمل پابندی ہونی چاہیے، حکومت کو چاہیے کہ وہ خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ ادارے قائم کرے، یا کم از کم پہلے سے قائم شدہ اداروں میں ایسا نظام ترتیب دے جس کے ذریعہ سے اس اختلاط سے بچا جاسکے، مقصود تعلیم سے روکنا نہیں بلکہ اختلاط سے روکنا ہے۔

تمباکو نوشی پر پابندی

نشہ آور اشیاء کا استعمال ہماری نوجوان نسل میں جس تیزی سے پھیل رہا ہے اور قوم کے سپوتوں کی رگوں میں خون کی جگہ افیون، ہیروئن اور شراب جیسی منشیات کے اجزاء گردش کر رہے ہیں۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں اس کے مضر اثرات سے نوجوانوں کی قوت عمل بہت بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ اگرچہ قانوناً ایسی اشیاء کی خرید و

فروخت پر پابندی ہے۔ لیکن اس کا عملی اطلاق صحیح معنوں میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہاں یہ حقیقت بھی مد نظر رکھنی چاہیے کہ چرس، افیون اور ہیروئن کی طرف لے جانے والے راستے کا پہلا پڑاؤ سگریٹ نوشی اور دوسری تمباکو کی مصنوعات کے میدان میں ہی ہوتا ہے۔ اس لیے علماء اور اہل فتویٰ کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا شریعت کے قاعدہ سد ذرائع کے تحت تمباکو نوشی کو مکمل ناجائز قرار دیا جانا چاہیے یا نہیں۔

سگریٹ نوشی اور تمباکو کی دوسری اشیاء اگرچہ حرام نہیں بلکہ مکروہ ہیں۔ تاہم ان کے استعمال کے رجحان کی سختی سے حوصلہ شکنی ہونی چاہیے محکمہ صحت محض ایک چھوٹی سی عبارت لکھ دینے سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ محکمہ صحت کو اس سلسلے میں بہت سے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ قوم کے نوجوانوں کے مستقبل کو نشے کی لعنت سے محفوظ رکھ کر کار آمد بنایا جاسکے۔

مذکورہ بالا چند امثلہ سے اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں قانون سد ذرائع کی وقعت واہمیت کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، اورانہی امثلہ کی روشنی میں غور و تدبر کر کے دیگر بہت سی جگہوں پر اس شرعی قاعدہ کو منطبق کی جاسکتا ہے، حکومت اور علماء (جن کے ذمہ ہے کہ وہ اپنی اپنی حدود میں رہتے ہوئے معاشرے سے برائیوں کو ختم کریں) ہر دو کے لیے شریعت کا یہ لازوال قانون مشعل راہ ثابت ہو سکتا ہے، جبکہ ہم اپنی انفرادی زندگی میں شریعت کے اس قانون کو اپنے اوپر نافذ کر کے بہت سی برائیوں اور خرابیوں سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ کی قائم کردہ حدود کے اندر رکھ سکتے ہیں اور ایک مسلمان کی دنیوی کامیابی اور اخروی نجات کا مدار اسی پر ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ کی قائم کردہ حدود کو نہ پھلانگے۔

خلاصۂ بحث

یہ دنیا دار الاسباب ہے۔ تمام تر مقاصد کا حصول ان کے اسباب کو اختیار کرنے ہی سے ممکن ہے۔ اسی لیے اسباب وذرائع پر مقاصد کا حکم لگتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے جہاں فی نفسہ معاصی اور محرمات سے بچنے کی تاکید کی ہے وہیں ان کی طرف جانے والے راستوں پر بھی رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں۔ ان رکاوٹوں کے ذریعے ان محرمات کی حرمت کو مزید پختہ کیا گیا ہے۔ قاعدہ سد ذرائع کے تحت شریعت اسلامیہ نے ہر اس سبب، ذریعے، وسیلے، راستے اور واسطے کو ممنوع قرار دیا جس پر عمل کا نتیجہ محرمات شرعی میں سے کسی کے ارتکاب پر منتج ہوتا ہو۔ یہ قاعدہ قرآن کریم، احادیث مبارکہ، اور آثار صحابہؓ سے ثابت ہے۔ اس کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں۔